شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال، کراچی پاکستان

اسلامی مملکت کی قدر و قیمت

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

- مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

- حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

- حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: اسلامی مملکت کی قدر و قیمت

نامِ واعِظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۲؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۴؍اگست ۱۹۹۱ء

مقام: مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال کراچی

موضوع: اسلامی مملکت کی تعریف، اس کی قدر و قیمت اور اس پر شکر کا صحیح طریقہ

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ مطابق جولائی ۲۰۱۳ء

ناشر: کُتب خانہ مظہری، گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

بھاگ رب کی گلی

ہے بُری یہ گلی، بڑھ گئی بے کلی، اے سکھی، میں چلی، میری توبہ بھلی

تو ہے گو من چلی مت دکھا کھلبلی، سن رے اے دل جلی، بھاگ رب کی گلی

پھول مرجھاگئے، چاندنی ڈھل گئی، اپنا انجام بھی کہہ گئی ہر کلی

بے نشاں بے نشاں ہوگئے ہر نشاں، قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی

رَس بھری آنکھ تھی، زلف کالی ملی، ہاں بلا بھی مگر اس سے کالی ملی

مِیر دنیائے فانی میں ہر سُو ملی بے کلی بے کلی بے کلی بے کلی

میں بتاؤں کہ دنیا میں کیا شے ملی، کوئی مجنوں ملا کوئی لیلیٰ ملی

ہاں مگر اہلِ دل ایسے خوش بخت ہیں جن سے اخترؔ مجھے راہِ مولیٰ ملی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

عنوان.......................صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی مملکت کی قدر و قیمت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ،

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

(سورۃ التوبۃ، اٰیۃ: ۱۱۹)

﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾﴾

(العنکبوت: ۶۹)

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

دوستو! ابھی آپ نے دیکھا ایک بہت بڑی قدو قامت کے نومسلم نے انگریزی میں جو تقریر کی تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب وہ انگریزی میں بیان کر رہے تھے تو ان کے انگریزی کے الفاظ میں ترجمہ کے بغیر بھی ایک نور اور اثر محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جن کو اسلام وراثت میں ملا، ابا مسلمان، دادا مسلمان، یعنی مفت میں جن کو اسلام ملا ہے اور انہوں نے اسلام کے حاصل کرنے میں محنت نہیں کی تو ان کے ایمان اور اسلام میں درد اور ایمان ویقین کی وہ مٹھاس نہیں آئے گی جو مٹھاس ان کو آئے گی جن کو اسلام کفر کی حالت میں ملا، باپ کافر، ماں کافر، سارا خاندان کافر، ایسے لوگوں میں سے جن کو اسلام عطا ہوا اور پھر انہوں نے اس اسلام پر محنت کی، گھر سے بے گھر ہوئے اور وطن سے بے وطن ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے یقین اور ان کے دردِ دل کی وجہ سے ان کی

تقریر میں کیسا اثر ہے۔ دل کی آواز کچھ اور رنگ رکھتی ہے اور زبان کی آواز کچھ اور رنگ رکھتی ہے، جو آواز دل سے نکلتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں خاص اثر رکھا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اس نومسلم نے کس درد سے بیان کیا کہ ہمارے دلوں کو ہلا دیا۔ اس کا سبب مجاہدہ اور محنت ہے کہ جب کوئی نیا اسلام لاتا ہے تو سارے خاندان سے بغاوت کرتا ہے اور سارا خاندان اس کو ستاتا ہے، یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے۔

مجاہدہ کے ساتھ صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے

مجاہدات سے اور محنتوں سے دل بنتا تو ہے لیکن خالی مجاہدہ کافی نہیں، صحبتِ صالحین بھی ضروری ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجاہدہ کوئی تنہا نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی تنہا مجاہدہ کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے تلّی اگر تنہا مجاہدہ کر کے اپنا تیل نکلوا لے، لیکن گلاب کی صحبت نہ اٹھائے تو وہ رہے گا تلّی ہی کا تیل اور اگر کچھ دن گلاب کے پھول کی صحبت میں رہ کر گلاب کی خوشبو اپنے اندر بسا لے اور پھر مجاہدہ کرے، کولھو میں اپنا تیل نکلوائے تو اس کا نام روغنِ گل ہوگا۔ بولیے صاحب، اگر تلّی گلاب کے پھولوں کی صحبت اختیار نہ کرے تو اس کا تیل روغنِ گل ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اگر تلّی چنبیلی کی صحبت میں نہ رہے اور کہے کہ ہم مجاہدہ کر کے، اپنے کو کولھو میں پسوا کے خود روغنِ چنبیلی ہوجائیں گے تو ذرا تل، چنبیلی کا تیل بن کے دکھا دے۔ تلی کا تیل، چنبیلی کا تیل جب ہوگا کہ جب وہ کچھ دن چنبیلی کی صحبت میں رہے اور روغنِ گل جب ہوگا کہ جب کچھ دن گلاب کی صحبت میں رہے۔ اسی لیے کسی سے استفادہ کے لئے پہلے یہ معلوم کرلینا چاہئے کہ فلاں صاحب کس کے صحبت یافتہ ہیں؟ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آج بھی جو عالم کسی ولی اللہ کی آغوشِ تربیت میں مجاہدات سے گذرے تو اللہ تعالیٰ اس کی

خوشبو کو ایک عالم میں اڑا دے گا۔

اب مجاہدہ کی ایک اور مثال دیتا ہوں۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ دیکھو بھئی، ایک کباب ہے، مگر ہے کچا، قیمہ ہے، ٹکیہ ہے اور سب مسالہ موجود ہے، کباب کے اجزاء سے کوئی جز اس میں سے غائب نہیں ہے، وہ صورتاً اجزائے ترکیبیۂ کباب کا جامع ہے لیکن مجاہدے سے نہیں گذرا، کڑاھی میں تیل گرم کر کے اس کو تلا نہیں گیا، کچی ٹکیہ رکھی ہوئی ہے اور کوئی کہتا ہے کہ لو کباب کھا لو اور جب کچا کباب کھایا تو متلی چھوٹنے لگی۔

تو میرے شیخ یہ مثال دے کر فرماتے تھے کہ ہمارے پاس کباب تو ہے مگر کچا ہے، یعنی ایمان کا کباب تو ہے، مگر کچا ہے، تلا ہوا نہیں ہے، اسی لیے جو کھاتا ہے وہ تھوک دیتا ہے۔ لہٰذا میں مسلمانوں کو، مولویوں کو یہی کہتا ہوں کہ کچھ دن مجاہدہ کر لو، گناہ سے بچو مگر مجاہدہ اللہ والوں کے مشورہ سے کرو، کیوں کہ جہاں مجاہداتِ صحابہ ہیں وہاں اصل اہمیت آغوشِ صحبتِ رسول کو حاصل ہے، اگر یہی صحابہ جہاد اور مجاہدہ کرتے اور صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آغوشِ تربیت نہ ملتی تو صحابہ کو یہ مقام نہیں مل سکتا تھا۔

علماءِ خشک کی ناقدری کی وجہ

لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں کی تقریر میں مزہ نہیں آتا۔ مزہ اس لیے نہیں آتا کہ ہم نے صحبتِ اہل اللہ نہیں اٹھائی، ہم مجاہدہ سے نہیں گذرے، دیکھئے! میں اپنے کو شامل کر کے کہہ رہا ہوں کہ ''ہم نہیں گذرے'' تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ تو میرے ہی لیے کہہ رہے ہیں، میری ہی طرف رخ ہے۔ نہیں، ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھایا ہے کہ اپنے کو شامل کرو، لہٰذا جب کوئی شخص یہ کہے کہ کیا برا حال ہے لوگوں کا تو سمجھ لو کہ سب سے برا انسان یہ خود ہے، لہٰذا اپنے کو پہلے شامل کرو کہ ہم لوگ مجاہدے سے نہیں گذرے۔ جنہوں نے اپنے کو

مجاہدے سے گذارا اللہ نے آج بھی ان کی تقریر میں درد رکھا ہے ؎

مجھ کو جب وادیِ حسرت سے گذارا اس نے

ہر بنِ مو سے مرے خون کا دریا نکلا

لاکھ دنیا کے حاسدین جمع ہو کر مجاہدات سے گذرے ہوئے لوگوں پر خاک ڈالیں لیکن ان کی نسبت مع اللہ کے آفتاب کو چھپا نہیں سکتے، ان کا دردِ دل چُھپ نہیں سکتا۔ اس پر میرا ایک شعر سن لیجئے ؎

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چُھپ بھی جاتا

کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

جو اللہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی بری خواہشات کا، اپنی حرام تمناؤں کا خون کرتا ہے، بری خواہشات کے خون کا دریا جس کے دل میں بہتا ہے اس کے دریائے خونِ دل اور خونِ تمنا کو کوئی نہیں چھپا سکتا، میرے شیخ کی یہ بات یاد کرلو، فرماتے تھے کہ جب کوئی غیر عالم اللہ والا بنتا ہے تو وہ صاحبِ نور ہوجاتا ہے، لیکن جب عالم اللہ والا بنتا ہے تو وہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہوجاتا ہے، ایک علم کا نور اور ایک اس کے تقویٰ اور ذکر و فکر کا نور۔

تو یہ فرمایا کہ دیکھو کچا کباب کھا کر متلی ہونے لگتی ہے اور آدمی اسے تھوک دیتا ہے لیکن اگر تل دیا جائے تو دور تک اس کی خوشبو پھیل جاتی ہے، پھر کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ کس محلے میں کباب کی دکان ہے، دور دور تک اس کی خوشبو اس کا پتا بتاتی ہے۔

کباب پر ایک لطیفہ

ہندوستان میں شاہی مسجد جونپور کے مدرسہ میں میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میاں اصغر دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگ پڑھاتے تھے، وہاں ایک ہندو مسلمان ہوا، پھر ایک دفعہ کہیں سے مدرسہ میں گائے کے

کباب کی دعوت آئی، طالبِ علموں کی دعوت آتی رہتی ہے، تو جب اس نے کباب کھایا تو اس کو اتنا مزہ آیا کہ پھر جب کچھ دنوں تک دعوت نہیں آئی تو ساتھیوں سے کہتا تھا کہ ''کیا ٹٹبو ے لیے پھرٹ ہو، ارے! کہوں ڈاوٹ واوٹ بھی ہے''، یعنی کیا صرف کتاب ہی لیے پھرتے ہو، ارے! کہیں کباب کی دعوت بھی ہے، وہ توتلا تھا، میرے شیخ حضرت پھولپوریؒ اس کی توتلی زبان کی نقل کر کے ہمیں سنایا کرتے تھے۔ اللہ ہمارے دلوں میں اپنے دردِ محبت کا کباب داخل کر دے ؎

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی تھک گئے داستاں کہتے کہتے

میرے شیخ فرماتے تھے کہ ''اُس کے جرے تو کس نہ بسائے'' یہ پوربی زبان کا جملہ ہے، یعنی جو اپنے کو خدائے تعالیٰ کے واسطہ جلا کے خاک کر دیتا ہے تو اس کی خوشبو کیوں نہ اڑے گی۔

خوشبوئے نسبت و مجاہدہ

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کی خوشبو تو جا کر دیکھو۔ آج بڑے بڑے علمائے ندوہ ان کے قدموں میں ان سے دعائیں لینے آتے ہیں۔ حضرت نے بارہ سال اپنے شیخ کی خدمت کی، مجاہدات سے گذرے اور اس کے بعد جب دین کی تبلیغ شروع کی تو اتنے ستائے گئے کہ فرماتے ہیں ؎

بڑھ رہے ہیں پھر شرورِ دشمناں
تجھ سے ہے فریاد ربِ دوجہاں
ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں
آتے ہیں ہر سمت سے تیر و سناں

اور یہ مصیبتیں کیوں آتی ہیں۔

حق پرستی کی سزا جورِ عیاں
ہے یقیناً سنتِ پیغمبراں
مجھ کو جی بھر کر ستا لیں وہ یہاں
میں خلافِ حق نہ کھولوں گا زباں
جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں
آہ جائے گی نہ میری رائیگاں

یہ حضرت کے وہ اشعار ہیں جو حضرت نے مصیبت کے وقت کہے تھے، دشمنوں نے تین روز تک پانی بند رکھا تھا، حضرت کو تین روز تک پانی نہیں ملا، اس دردو غم میں حضرت نے یہ اشعار فرمائے۔ آپ بتایئے کہ جب تین دن پانی نہیں ملا ہوگا تو حضرت اور ان کے بال بچوں پر کیا گذری ہوگی۔

دوستو، اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں مجاہدے کے لیے اور صحبتِ صالحین کے لیے تیار ہوجاؤ، تبلیغی جماعت میں نکلنے سے یا مدرسہ میں پڑھنے سے بھی ایک قسم کی صحبت مل جاتی ہے لیکن پھر بھی شیخِ کامل کی ضرورت رہتی ہے، شیخ کی ضرورت کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چاہے تبلیغی جماعت میں لاکھوں چلے لگا لو مگر جب تک صحبتِ شیخ نصیب نہیں ہوگی، تقویٰ اور اللہ سے خاص تعلق نہیں ملے گا، اس لئے تمہارا کوئی مربی اور شیخ بھی ہونا چاہئے، لہٰذا جس اللہ والے سے مناسبت ہو اس سے بیعت ہوجاؤ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدات سے تو گذارا مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوشِ تربیت میں۔ اگر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوشِ صحبت، آغوشِ تربیت میں صحابہ کی تلمذیت

پرورش نہ پاتی اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے اخلاق کا تزکیہ نہ ہوتا تو انہیں مجاہدات کی برکات بھی حاصل نہ ہوتیں۔

کارِ نبوت تین ہیں: تلاوت، تعلیم، تزکیہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کام کیے: تلاوت، تعلیم اور تزکیہ۔ تعلیمِ کتاب سے دار العلوم اور مکاتبِ حفظ و تجوید قائم ہو گئے اور تزکیہ سے خانقاہیں قائم ہو گئیں:

﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ﴾

(سورۃ البقرۃ، اٰیۃ:۱۲۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔

تعلیمِ کتاب سے دار العلوم کے قیام کا ثبوت

اس آیت میں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کی تفسیر کیا ہے؟ مفتیِ بغداد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ بِاَنْ يُّفَهِّمَهُمْ اَلْفَاظَهٗ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الفاظِ قرآن کی تفہیم کرتے ہیں، سمجھاتے ہیں کہ ان کے کیا معانی ہیں؟ اس آیت سے دار العلوم کے قیام کا ثبوت ملتا ہے، یعنی یہ دار العلوم جہاں قرآنِ پاک کے الفاظ کے معانی کی تعلیم دی جارہی ہے اس آیت کے تحت قائم ہیں، عربوں کو عربی زبان کے باوجود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ معانی سکھائے جو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائے، مثلاً آیت:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا
يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾

(سورۃ الاحزاب، آیۃ:۷۰، ۷۱)

میں يُصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ کا ترجمہ سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ اس کا ترجمہ اصلاحِ اعمال نہیں ہے بلکہ يُصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ اَیۡ یَتَقَبَّلۡ حَسَنَاتِكُمۡ یعنی تمہاری نیکیاں اللہ قبول فرمالیں۔ مفسرین لکھتے ہیں يُصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ کا ترجمہ زبانِ نبوت سے صحابہ کو سکھایا گیا، لہٰذا اسے صرف لغت سے حل مت کرنا۔

مکاتبِ قرآن پاک کے قیام کا ثبوت

اور وَيُبَيِّنَ لَهُمۡ كَيۡفِيَّةَ أَدَائِهٖ اور قرآنِ پاک کے حروف کی ادائیگی بھی سکھاتے ہیں، لہٰذا جو قاری بنتا ہے وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ قراءت کی نقل کرنا سیکھتا ہے، اس لیے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ قراءت کے معانی کیا ہیں؟ اَلۡمُرَادُ بِالۡقِرَاءَةِ اَنۡ نَّقۡرَأَ الۡقُرۡاٰنَ كَمَا كَانَ يَقۡرَأُ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ یعنی ہم قرآنِ پاک کو اس طرح پڑھیں جس طرح سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، اس لیے میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ قرآن پاک سیکھنے کے لئے تھوڑی سی محنت کرلیجئے، ان شاء اللہ قرآن پاک تجوید کے مطابق پڑھنے لگیں گے۔ بعض لوگ عالم ہوجاتے ہیں مگر جب نماز پڑھاتے ہیں تو ان کی قراءت سن کر دل دکھ جاتا ہے۔ اس کی مشق کیجئے، جتنا بہتر سے بہتر حروف کی ادائیگی ہوگی اتنا ہی زیادہ قلب میں نور محسوس ہوگا۔

وَيُزَكِّيۡهِمۡ سے خانقاہوں کے قیام کا ثبوت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَيُزَكِّيۡهِمۡ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کا تزکیہ کرتے ہیں تزکیہ کے کیا معنیٰ ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ مظہری، سورۂ آل عمران میں تزکیہ کے تین معانی بیان

فرماتے ہیں:

(۱)اس میں سے ایک ہے اَیْ یُطَهِّرُ قُلُوْبَ الصَّحَابَةِ کہ صحابہ کے دلوں کی تطہیر یعنی صفائی کرتے ہیں کس بات سے؟ عَنِ الْعَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ وَالْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِ اللہِ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاسد عقیدوں کی اصلاح فرماتے ہیں اور غیر اللہ کے ساتھ دل لگانے سے ان کے قلوب کو بچاتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کے قلوب کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مصداق بنا کر اللہ پر جان دینا ان پر آسان کر دیا، اور صرف آسان ہی نہیں بلکہ مشتاق بنا دیا کہ صحابہ اللہ تعالیٰ پر جان دینے کے لیے راستے تلاش کرتے تھے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغی جماعت فرماتے تھے کہ کلمہ کی صحیح تعریف ہے اللہ پر جان دینے کے راستے تلاش کرنا۔ آہ! آج جن کے قلوب غیر اللہ میں مشغول ہیں کیا ان سے کارِ نبوت لیا جاسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جس سے سرکاری کام لیتے ہیں اس کے قلب کو پہلے غیر سرکاری کاموں سے فارغ کرتے ہیں، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر خفاشے رفت در کور و کبود

بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود؟

اگر کوئی چمگادڑ، ظالم، اندھا، ظلمت پرست کہیں اندھیرے میں الٹا لٹکا ہوا ہو تو اس پر کوئی تعجب نہیں لیکن جس باز نے بادشاہ کو دیکھ لیا اور بازِ شاہی بن گیا، وہ شاہ کو دیکھنے کے بعد اگر کسی مردہ سے لپٹا ہوا ہے تو وہ بادشاہ کو چھوڑ کر کہاں غیروں میں پھنستا ہے، کہاں گندگی میں جاتا ہے۔ اس لئے مولوی، حافظ، صوفی، اساتذۂ کرام اور ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنے قلوب کا تزکیہ کرالیں، بازِ شاہی والے اخلاق سیکھیں، اللہ کے پاس رہنا سیکھیں، غیر اللہ سے اپنے دل کو بچائیں۔ مردہ

خوری کرگس یعنی گدھ کی صفت ہے، اس سے اپنے دل کو پاک کریں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

باز سلطانم گشم نیکو پے ام
فارغ از مردارم و کرگس نے ام

اے دنیا والو، اپنے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی کے صدقے میں اب میں کرگس نہیں رہا، اب میں بازِ شاہی بن گیا ہوں، نیک رفتار ہو گیا ہوں، اے دنیا والو، جلال الدین اب مردہ کھانے سے فارغ ہو چکا ہے، اسے مردوں سے نجات مل گئی ہے۔

(۲) اور تزکیہ کا دوسرا مفہوم کیا ہے وَيُطَهِّرُ نُفُوْسَهُمْ عَنِ الرَّذَائِلِ: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی جانوں کو بری عادتوں سے پاک فرماتے ہیں۔

(۳) وَيُطَهِّرُ اَبْدَانَهُمْ عَنِ الْاَنْجَاسِ وَالْاَخْبَاثِ وَالْاَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ: سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے اجسام کو نجاست اور برے اعمال سے پاک کرتے ہیں، اس کے بعد یہ حضرات کیا سے کیا ہو گئے، مجاہدات اور صحبتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں صحابہؓ کے حالات دیکھ لو کہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ سے گذر رہے تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ مَنْ هٰذَا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ هٰذَا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللهِ یعنی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ ارے میاں، کہنے کے تو قابل بنو کہ میں فلاں کا ساتھی ہوں۔ اس کے لئے مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''نسبتِ صوفیہ'' پڑھئے، زبردست کتاب ہے اور ''عَاقِبَةُ الْاِنْكَار'' پڑھئے، یہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے اہل اللہ کے فیوض کے منکرین پر زبردست رسالہ لکھا ہے۔ میرے پاس دونوں کتابیں ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا مظہر میاں کو توفیق دیں کہ اس کو کتب خانہ سے چھاپ دیں، یہ

بزرگوں کا دردِ دل ہے۔

آپ بتائیے کہ کیا صرف کتاب پڑھنے سے اہل اللہ کے فیوض و برکات حاصل ہوجائیں گے؟ کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جب کتاب نازل ہوتی ہے تو اللہ کوئی نبی بھی پیدا کرتا ہے۔ اگر کتاب اللہ ہدایت کے لیے کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ رجال اللہ پیدا ہی نہ کرتے۔ نبیوں کی بعثت کتاب کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے اور امتیوں کو نبی کی صحبت کا حکم دیا گیا ہے جیسے نبیِ آخرالزماں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾

(سورۃ الکھف، اٰیۃ:۲۸)

اے نبی، آپ صبر کر کے بیٹھئے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں، اگر چہ آپ اکیلے بہت عبادت کر رہے ہیں، اگر چہ آپ کو میرے ساتھ خلوت، محبوب ہے لیکن یہ صحابہ کیسے بنیں گے؟ اپنے نفس پر صبر کر کے ان کے ساتھ بیٹھئے اور ان کو اپنی صحبت میں رکھئے تا کہ آپ کے قلب کا یقین ان کے قلب میں اترے۔

صحبتِ اہل اللہ نعمتِ عظمیٰ

توصحبت اتنی بڑی اور اہم چیز ہے کہ ایک شخص اگر حالتِ ایمان میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے یا وہ نابینا ہو لیکن نبی کی نظر اس پر پڑ جائے تو وہ صحابی ہوجاتا ہے اور اس کا ایمان اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ایک لاکھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ایک لاکھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سارے اولیاء اللہ کا ایمان ایک طرف رکھا جائے اور ایک ادنیٰ صحابی کے ایمان کو ایک طرف رکھا جائے تو سارے اولیاء کے ایمان کا مجموعہ اس صحابی کے ایمان کو نہیں پا سکتا، کیوں؟ اس لئے کہ جنہوں نے انوارِ نبوت کا دس کروڑ ملین پاور کا بلب دیکھ لیا

ان کودس ہزار پاور کے بلب دیکھنے والے کیسے پا سکتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگاہِ نبوت سے جس کو ایک دفعہ دیکھ لیتے تھے شعاعِ نبوت اس صحابی کے ذرّے ذرّے میں داخل جاتی تھی، جیسے آج کل الٹرا ساؤنڈ ہے کہ اس کی شعاعیں انسان کے جسم میں داخل ہوجاتی ہیں اسی طرح شمعِ نبوت کی شعاعیں صحابہؓ کے قلب و جاں کے ذرّے ذرّے میں داخل ہوجاتی تھیں، ایسا زبردست ایمان نصیب ہوتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ترازو کے ایک پلڑے میں میرے ابوبکر صدیق کا ایمان رکھ دیا جائے اور دوسرے میں میری امت کے تمام صحابہ کا اور تمام اولیاء کا ایمان اور ساری امتوں کے صحابہ اور اولیاء کا ایمان رکھ لو تو میرے صدیق کا ایمان بڑھ جائے گا۔ دیکھا آپ نے، ایک فرد ایسا بھی ہے کہ نبیوں کے بعد اس سے کوئی افضل نہیں:

اَفْضَلُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ بِالتَّحْقِیْقِ اَبُوْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت صدیقِ اکبر نے اس لشکر کو جہاد کے لئے روانہ کرنا چاہا جس کی تیاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں فرمادی تھی تو سارے صحابہؓ نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، ابھی ہمارا زخم تازہ ہے، ابھی ہمارے اندر جہاد کی طاقت نہیں ہے، اس وقت جہاد کے لئے لشکر روانہ نہ فرمائیں تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ جہاد کیا جائے گا، کیوں کہ جو جھنڈا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو دیا تھا وہ سرنگوں نہیں ہوسکتا اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی جہاد کے لئے نہیں جائے گا تو میں تنہا نکلوں گا، صدیق تنہا اللہ پر جان دے گا اور اللہ میرے ساتھ ہے، اے اصحاب رسول

صلی اللہ علیہ وسلم، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾

(سورۃ التوبۃ، اٰیۃ:۴۰)

اے صدیق، اندیشہ مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے تو کیا تم اس وقت وہاں تھے؟ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون تھا؟ اس وقت غارِ ثور میں صرف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، لٰہذا یہ آیت میرے لیے نازل ہوئی ہے، اللہ میرے ساتھ نصِ قطعی سے ہے، فَتَقَلَّدَ سَیۡفَہٗ وَخَرَجَ وَحۡدَہٗ پھر صدیقِ اکبر نے تلوار سنبھالی اور جہاد کے لئے تنہا نکل پڑے، اس وقت تمام صحابہ کو شرحِ صدر ہوگیا کہ حضرت صدیقِ اکبر حق پر ہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ المومنین، آپ صحیح فرمارہے ہیں اور ہم غلطی پر تھے، اس کے بعد صحابہ جوشِ ایمانی کے ساتھ لشکر کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ کیا یہ معمولی بات ہے؟ دوستو، صدیقِ اکبر کے ایمان کو تو دیکھو، انہوں نے اس وقت یہ بھی دکھلا دیا کہ جمہوریت باطل ہے اور اس آیت کی عملی تفسیر کردی:

﴿فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ﴾

(سورۃ اٰل عمران، اٰیۃ:۱۵۹)

پس اے نبی، جب آپ رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کر کے اس کام کو کر ڈالا کیجئے، جمہوریت کے بطلان پر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا عمل بطورِ ثبوت دکھلایا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں کہ اے میرے بیٹے عبداللہ ابن عمر، خدا کی قسم ابوبکر کی اس دن کی عبادت جس دن وہ تنہا جہاد کے لیے نکلے تھے تیرے باپ عمر کی ساری زندگی کے دنوں کی عبادت سے فائق اور بالاتر ہے اور جس رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر صدیق نے تنہا

اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ہجرت کرائی، نبوت کے بوجھ کو اپنے اوپر رکھا، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر بٹھایا اس ہجرت کی رات کی عبادت عمر کی ساری زندگی کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی اَفضلیت کی وجہ

کیا کہیں دوستو، ایمان ویقین صحبت سے ملتا ہے۔ افسوس کہ اس حقیقت کو لوگ نہیں سمجھتے۔ آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سی عبادت کی تھی؟ بکر بن عبداللہ المزنی کا قول ہے، جس کو ملا علی قاری اور دوسرے محدثین نے بھی نقل کیا ہے:

مَا فُضِّلَ اَبُوْبَکْرِنِ النَّاسَ بِفَضْلِ صَلٰوۃٍ وَّبِکَثْرَۃِ صِیَامٍ وَّلَا بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ وَّفَتْوٰی وَّکَلَامٍ وَّلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُّقِّرَ فِیْ صَدْرِہٖ

نہیں فضیلت دیے گئے ابوبکر تمام صحابہ اور لوگوں پر، یعنی ابوبکر صدیق کو جو یہ درجہ ملا ہے نوافل کی کثرت سے نہیں ملا اور روزوں کی کثرت سے بھی نہیں ملا اور کثرتِ روایت، کثرتِ فتویٰ اور کثرتِ تقریر سے بھی نہیں ملا وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُّقِّرَ فِیْ صَدْرِہٖ لیکن ان کے سینے میں اللہ اور رسول پر جان دینے کا ایک درد تھا، ان کے سینے میں ایمان اور صدیقیت کا جو مقام تھا اس کا کوئی ثانی نہیں تھا، اسی لئے حضرت صدیق کا اس امت میں اور دیگر تمام سابقہ امتوں میں کوئی ثانی نہیں، یہی وہ چیز ہے جس سے دو رکعات ایک لاکھ رکعات بنتی ہیں، یہ چیزیں اہل اللہ کی صحبتوں سے ملتی ہیں۔

اگر شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی اختر نے نہ کی ہوتی تو آج بنفشہ اور گاؤزبان بیچتا ہوتا، کیونکہ میں حکیم تھا، پھر کیا آپ مجھ سے دین کی بات سنتے؟ آپ مجھے دواخانے میں جوشاندہ اور تریاقِ نزلہ بیچتے ہوئے دیکھتے لیکن

آج اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے جوانی میں حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رکھا، جوانی میں جی چاہتا ہے کہ خوب گپ شپ کرو ہوا کھاؤ لیکن میں نے اندھیری راتوں میں تاروں کی روشنی میں اپنے شیخ کا ساتھ دیا ہے، جب کوئی روشنی نہیں ہوتی تھی، آٹھ آٹھ گھنٹے میرے شیخ عبادت کرتے تھے اور اختؔر ان کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت والا نے اعلان کیا کہ اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔ الحمد للہ! میرے شیخ نے مجھ کو یہ بشارت دی ہے اور میرے شیخ ثانی شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ میں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ شیخ پر کس طرح جان دی جاتی ہے، تو جو کتابوں میں پڑھا تھا وہ میں نے اختر کی زندگی میں دیکھ لیا، یہ بات مجھے حضرت کے بھائی اَسرار الحق صاحب نے سنائی کہ بھائی صاحب یعنی مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم تمہارے بارے میں بڑا نیک گمان رکھتے ہیں۔ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ میاں! تم حکیم اختر کو کیا جانتے ہو اس نے اپنے شیخ کے ساتھ اتنی قربانیاں پیش کی ہیں جو ہم کتابوں میں پڑھتے تھے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، میں اپنے منہ سے کیا کہوں، اپنے منہ سے کچھ نہیں کہتا لیکن اللہ کا شکر ضرور ادا کرتا ہوں کہ اختر سینے میں دردِ محبت کا ایک ذرہ رکھتا ہے اور وہ بھی عطائے خداوندی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہے، جب چاہے دے دے، جب چاہے چھین لے، میں اس نعمت کا مستقل مالک نہیں ہوں، یہ حق تعالیٰ کی بھیک ہے، کاسۂ گدائی میں وہ جب تک چاہے بھیک رکھے اور جب چاہے نالائق سے چھین لے، خدائے تعالیٰ ہمیں بچائے ایسی نالائقیوں سے کہ جن سے یہ بھیک چھن جائے، اے اللہ، میرے کاسۂ گدائی میں تعلق مع اللہ کا یہ موتی ہمیشہ قائم رہے۔

تو میں عرض کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ساری دنیا کی سلطنتیں اور بادشاہوں کے تخت و تاج اختر کے قدموں میں رکھ کر دیکھو کہ اختر

بکتا ہے یا نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اختر ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا، افسوس کہ پہچاننے والے کم ہیں، سمجھتے ہیں کہ اختر بھی لالچی ہے، کوئی مالدار آجائے گا تو اس کے پیچھے پھرنے لگے گا، میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنی رحمت سے مجھے اپنے درد کی قیمت سمجھا دی ہے، اگر ساری دنیا کے بادشاہ اپنے تخت و تاج میرے قدموں میں رکھ دیں تو اختر بفضلہٖ تعالیٰ انہیں دیکھے گا بھی نہیں اور اللہ کے درد محبت کی داستان کو نہیں چھوڑے گا، یہ نہیں کہے گا کہ چلو دار الخلافہ میں بیٹھیں اور وہاں آرام سے مرغے اُڑائیں۔ میں اپنے اس دردِ محبت کی داستان کو سنانے کے لئے اللہ سے فریاد کرتا ہوں اور ایک سو بیس سال کی عمر خدائے تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔

جب اختر جوان تھا تو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ اس وقت میری زبان کو کان نہیں ملے تھے، اب جب بوڑھا ہو گیا ہوں تو ہر طرف سے مجمع کھنچا چلا آرہا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ، اپنے ان بندوں کے کانوں کے صدقے میں میری زبان کو توانائی عطا فرمایئے، قوتِ بیان، حسنِ بیان، اخلاصِ بیان اور شرفِ قبولِ بیان عطا فرمایئے اور اور مجھ سے سارے عالم میں کام لے لیجیے۔ میں دعا میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اے خدا، مجھے کوئی ایسا جہاز عطا فرما دے جو پانچ چھ آدمیوں کا ہو اور اس کا پائلٹ بھی میرا دوست ہو۔ اس میں بیٹھ کر سارے عالم میں جا جا کر تیرے عشق و محبت کی داستان سناؤں، جب چاہا اپنے بزرگوں کے پاس الٰہ آباد پہنچ گئے، جب چاہا اپنے شیخ کی خدمت میں ہردوئی اتر گئے، جب چاہا ساؤتھ افریقہ چلے گئے، مطلب یہ ہے کہ طویل سفر کا وقت بچ جائے۔

بس! یہی دل چاہتا ہے کہ اے خدا! مجھے اپنی رحمت سے کچھ کان عطا فرما دے، گو اختر مستحق نہیں ہے لیکن محض اپنی رحمت سے کچھ ایسے کان شرق وغرب، شمال وجنوب سے عطا فرما دے جو آپ کی محبت کے پیاسے ہوں اور

اپنے اس دردِ محبت کی امانت کو جواختر کے سینے میں ہے ان کے سینوں میں منتقل فرمادے۔ مجھے بہانہ بنادیں۔ کام آپ بنادیں، نام میرا چڑھادیں اور اسے میرے لئے صدقہ جاریہ بنادیں، کیونکہ کام توصرف آپ ہی بناتے ہیں۔

پاکستان اولیاء اللہ کی تمناؤں اور دعاؤں کا ثمرہ ہے

آج چونکہ ۱۴ اگست ہے اور پاکستان کی آزادی کی خوشیاں منائی جارہی ہیں، اس لئے میں کچھ باتیں قیامِ پاکستان سے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان کا قیام بڑے بڑے اولیاء اللہ کی تمنا تھی، خاص کر حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تمنا تھی کہ ایک الگ اسلامی ریاست ہو، جہاں مسلمان ہندوؤں اور کافروں کے تابع نہ ہوں، یہ سب کتابوں میں چھپا ہوا ہے، حکیم الامت فرماتے تھے کہ جب میری ریل ریاست رامپور سے گذرتی ہے اور اذان کی آواز سنائی دیتی ہے اور آزادی سے رہتے ہوئے مسلمان نظر آتے ہیں تو دل خوش ہوجاتا ہے، حالانکہ مسلمانوں کی یہ ریاست نام کی تھی، کام کی نہیں تھی لیکن فرمایا کہ وہاں چند اسلامی شعائر دیکھ کر دل خوش ہوجاتا ہے اور فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ سلطنت قائم ہو جو ہندوؤں کے ساتھ مخلوط نہ ہو۔

کفار کے ساتھ مشترک حکومت مسلمانوں کی تباہی ہے

کیونکہ مان لیجئے کہ اگر کہیں نو ہزار افراد کی بستی ہے جس میں چھ ہزار ہندو ہیں اور تین ہزار مسلمان ہیں تو جب یہ مخلوط حکومت بنائیں گے اور اسمبلی میں کسی معاملہ پر ووٹنگ ہوگی تو ہمیشہ مسلمان ذلیل اور مغلوب رہیں گے، کیونکہ چھ ہزار ووٹ کافروں کو جائیں گے اور تین ہزار مسلمانوں کو۔ آپ لوگ سمجھ رہے ہیں یا نہیں کہ ووٹنگ میں کافروں کی تعداد یقیناً زیادہ ہوگی، جس کی وجہ سے مسلمان ہر

معاملہ میں ہندوؤں سے مغلوب رہیں گے اور دین کے کسی بھی حکم کا نفاذ نہیں ہو سکے گا اوران کے دین میں دن بدن زوال آتا جائے گا، یہاں تک کہ اگلی نسلوں میں اسلام ہی اجنبی ہو جائے گا، اب اسی سے جمہوریت کے نظام کی خرابی بھی سمجھ لیجئے۔

قانونِ جمہوریت کے باطل ہونے پر دلائل

یہ جمہوریت اور الیکشن جو یورپ سے ہمیں ملا ہے، یہ بہت بڑی لعنت ہے، اس میں کبھی بھی حق نہیں آسکتا جب تک کہ اہلِ حق کا غلبہ نہ ہو جائے۔ فرض کیجئے کہ کسی بستی میں ایک ہزار شرابی کبابی بدکار رہتے ہیں اور سو آدمی پکے نمازی اور ولی اللہ ہیں، تو جب الیکشن ہوگا تو بتایئے! کون جیتے گا؟ کس کی حکومت قائم ہوگی؟ اس لیے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں قرآنِ پاک کی دلیل سے جمہوریت کو باطل قرار دیا ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ:

﴿وَشَاوِرۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡرِۖ فَإِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُتَوَكِّلِينَ ١٥٩﴾

(سورۃ آل عمران)

اور (اے نبی، آپ) ان (صحابہ) سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کر لیں (خواہ ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو) سو خدا تعالیٰ پر اعتماد (کر کے اس کام کو کر ڈالا) کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ (تفسیر بیان القرآن)

یعنی آپ مشورہ تو لیں گے مگر فیصلہ آپ ہی کا ہوگا، جمہوریت کا نہیں ہوگا، چاہے جمہوریت اس کے حق میں ہو یا مخالف ہو، حکیم الامت نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جمہوریت باطل ہے، الیکشن باطل ہیں، جو صحیح لوگ

ہوں ان کو حکومت ملنی چاہیے، یہ کیا ہے کہ اگر کسی ملک میں غنڈے زیادہ رہتے ہوں، بے نمازی زیادہ رہتے ہوں تو بس غنڈے کو وزیر اعظم بنادو۔

سوادِ اعظم سے کیا مراد ہے؟

حدیث میں جو ہے کہ:

((اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ))

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل الثانی)

سوادِ اعظم یعنی کثیر جماعت کی اتباع کرو تو سوادِ اعظم سے کیا مراد ہے؟ کیا صرف لوگوں کی کثرت مراد ہے، چاہے کافروں کی کثرت ہو یا فاسق وفاجر لوگوں کی؟ نہیں، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بیاضِ اعظم کی اتباع کرو، یعنی اہلِ حق کی، سوادِ اعظم کی شرح حکیم الامت نے یہ کی ہے کہ جدھر بیاضِ اعظم ہو، جدھر سب سے زیادہ نور ہو، یعنی جدھر حق ہو ان کی اتباع کرو، خواہ ایسے لوگ تعداد میں کم ہوں لیکن وہی سوادِ اعظم ہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا تھی کہ ایک الگ خطہ مسلمانوں کو حاصل ہو جائے اور حضرت نے دعا مانگی کہ اے خدا، ایک ایسا خطہ عطا کر دے کہ جہاں خالص اسلام کی سلطنت ہو اور فرمایا کہ اگرچہ کانگریس بھی انگریز سے آزادی کوشش کر رہی ہے لیکن کانگریس کی دونوں آنکھیں اندھی ہیں، وہاں نہ ایمان ہے نہ عمل مقبول، گاندھی کافر ہے، ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہیں، اگر اس وجہ سے کہ کافر اکثریت میں ہیں کافروں کی حکومت ہو جائے اور ان کا غلبہ ہو جائے تو گاندھی کافر سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن نے یہ فرمایا ہے، لہٰذا قانون اس طرح ہونا چاہئے، کیوں کہ اس کی دونوں آنکھیں نہیں ہیں، وہ کیا قرآن اور مسلمانوں کی مانے گا، بلکہ اگر کوئی نادان شخص جا کر نہرو یا گاندھی سے کہتا کہ اللہ نے قرآن

میں یہ فرمایا ہے تونعوذ باللہ وہ قرآنِ پاک کوگالیاں دیتے۔

اس کے برعکس آل انڈیا مسلم لیگ میں اگرچہ فاسق وفاجر مسلمان زیادہ ہیں لیکن کلمہ ہونے کی وجہ سے ان کے پاس ایمان کی ایک آنکھ تو ہے، یہ کانے تو ہیں لیکن اندھے نہیں ہیں، ایک آنکھ والے ہیں، کم ازکم قرآن پاک کوسن تو سکتے ہیں۔ آج پاکستان میں کتنا ہی فاسق حکمران ہو لیکن ہے تو مسلمان، قرآن پاک کوسن کر نعوذ باللہ قرآن کی شان میں گستاخی نہیں کرسکتا۔

حکیم الامت کا یہ جملہ یادرکھو کہ مسلم لیگ کانی ہے، ایک آنکھ سے اندھی ہے اور کانگریس دونوں آنکھوں سے اندھی ہے، کیونکہ کانگریس کا بانی گاندھی ہے جوکافر ہے اور مسلم لیگ کا بانی محمد علی جناح ہے جوکلمہ گو ہے اورسنی بھی ہے، اخیر میں انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں سنّی ہوں اورسنّیوں کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھتا ہوں اور حکیم الامت کے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے خود یہ بات بیان کی کہ میں نے محمد علی جناح کوسنیوں کے مطابق نماز سکھائی اور انہیں نماز کی پابندی کی تاکید کی اور وہ سنیوں کی طرح نماز پڑھتے تھے اور جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو وصیت کی کہ میں سنی ہوں اور حنفی ہوں، میری نمازِ جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب پڑھائیں گے، کسی اور مسلک والے کو میرا جنازہ مت پڑھانے دینا، آپ دیکھ لیجئے کہ ان کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے، اگر وہ کسی اور مسلک سے تعلق رکھتے تو مولانا شبیر احمد عثمانی کو نمازِ جنازہ پڑھانے کی ہرگز وصیت نہ کرتے، ارے! بزرگوں کی دعا تھی ان کے ساتھ۔

پاکستان کے لئے مسٹر جناح کا دردوغم

جناح صاحب امت کا درد رکھتے تھے۔ مولانا شبیر علی صاحب تھانوی

نے مجھ سے بیان کیا کہ میں رات بارہ بجے محمد علی جناح کے پاس دہلی پہنچا، حضرت تھانوی کا جناح صاحب کے نام ایک ضروری خط تھا، وہ دینا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس وقت وہ سجدہ میں پاکستان کے لیے رو رہے تھے اور ایک مرتبہ حکیم الامت نے فرمایا کہ میں نے جناح کو خواب میں علماء کے لباس میں دیکھا ہے، ان کو حقیر مت سمجھو، اللہ جس سے چاہے کوئی بڑا کام لے لے۔

قیام پاکستان کے لئے علماء کی جدوجہد

لہٰذا بڑے بڑے اللہ والے علماء نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور پاکستان کے قیام میں عظیم کردار ادا کیا، چنانچہ جب پاکستان بنا تو مغربی پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اور مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کا جھنڈا لہرایا، اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے جناح صاحب نے کہا کہ اگر مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور آپ حضرات میرا ساتھ نہ دیتے تو پاکستان نہ بنتا۔ پاکستان کی بنیاد میں علماء کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

لیکن آج علماء کو آہستہ آہستہ فراموش کیا جارہا ہے۔ میرے سامنے الٰہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سب سے بڑا اجلاس ہوا، میں نے خود اس میں شرکت کی، جس میں قرارداد پاس ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک الگ خطہ بنانا چاہیے۔ اس کے بعد اعظم گڈھ میں مسلم لیگ کا سب سے بڑا اجلاس ہوا جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے تمام بڑے بڑے لیڈر اور علماء شامل تھے، مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ، حسرت موہانی صاحب، نواب زادہ لیاقت علی خان اور مسٹر جناح وغیرہ۔

قیامِ پاکستان کے لئے حضرت پھولپوریؒ کی تڑپ اور خدمات

میرے شیخ حکیم الامت کے اجل خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پورے اعظم گڈھ کی مسلم لیگ کے سیکرٹری تھے اور بہت زیادہ سرگرم تھے۔ حضرت کو ایک دھن اور فکر تھی کہ پاکستان بن جائے اور حضرت رات رات بھر سجدے میں روتے تھے کہ یا اللہ، کافروں کی غلامی سے آزاد پاکستان کی ایک اسلامی سلطنت بنا دے اور دیکھئے، اعظم گڈھ کے اسی اجلاس کے لئے حضرت تہجد پڑھ کے پھولپور (اعظم گڈھ) سے گورکھپور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کو لینے گئے ان کی تقریر کرانے کے لیے۔ تہجد کے وقت کار روانہ ہوئی اور دوسرے دن عشاء کے وقت حضرت ان کو لے کر آئے اور عشاء پڑھائی اور فرمایا کہ میں نے تہجد کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھائی ہے اور سارا دن ایک پانی کا قطرہ بھی نہیں پیا، کیونکہ استنجا لگ جاتا اور کسی جگہ رکنا پڑ جاتا، حضرت چاہتے تھے کہ بس جلد مولانا کو لے کر واپس پہنچیں۔ پاکستان بنانے میں ہمارے اکابر نے اس طرح سے قربانیاں پیش کی ہیں۔

پھر اس جلسہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب جیسے بڑے بڑے عمائدین کی تقریریں ہوئیں، میں بھی اس میں موجود تھا، اتنا بڑا جلسہ تھا کہ شاید ہندوستان میں الٰہ آباد کے بعد اس کا دوسرا درجہ تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس زمانے میں دیندار لوگ کم ہیں، لہٰذا حکومت تو ان مسٹروں ہی کے ہاتھ میں رہے گی لیکن اگر علماء کی رہنمائی میں رہے گی تو یہ صحیح سلامت ساحل تک پہنچ جائیں گے اور اگر انہوں نے علماء کو نظر انداز کر دیا تو ساحل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پھر مولانا شبیر

احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مصرع پڑھا جو آپ کو سنا رہا ہوں، عجیب وغریب مصرع ہے کہ مسٹر وملا میں کیا فرق ہے؟ فرمایا۔

ہمیں کشتی نہیں ملتی انہیں ساحل نہیں ملتا

یعنی ان کے پاس مادّی وسائل واسباب ہیں اور ملا بے چارہ مسکین ہے، ہمارے پاس کشتی نہیں ہے لیکن راستہ معلوم ہے اوران کے پاس کشتی ہے لیکن راستہ معلوم نہیں۔ کاش کہ یہ لوگ کشتی میں ہم کو بٹھالیں اور چلانے کے لیے ہمیں دے دیں تو ان کی کشتی پار لگ جائے۔

حضرت اقدس کا خواب اور قیامِ پاکستان کی بشارت

خیر اسی جلسے کی رات مجھے خواب میں بشارت بھی ہوگئی کہ پاکستان بن جائے گا، اللہ والوں کے اس غلام اختر نے خواب میں دیکھا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ پر سورۂ انفال نازل ہورہی ہے اور حضرت بے چینی سے کروٹیں لے رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ بے چین کیوں ہیں؟ کیا آپ کے اوپر سورۂ انفال کا نزول ہورہا ہے؟ میں نے اس وقت تک سورۂ انفال کی تفسیر نہیں پڑھی تھی، میں سورۂ انفال کے مضامین کو جانتا بھی نہ تھا تو جب میں نیند سے بیدار ہوا تو حضرت کو خواب سنا کر پوچھا کہ آپ کیوں اتنے بے چین تھے اور سورۂ انفال کے نزول کی تعبیر کیا ہے؟ تو میرے شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ نے اس کی تعبیر دی کہ اب ان شاء اللہ پاکستان بن جائے گا، کیونکہ سورۂ انفال میں فتوحات اور مالِ غنیمت کا تذکرہ ہے۔

مومن ہر حال میں کافر سے افضل ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب پاکستان کے جتنے حکمران ووزیر اعظم ہوئے ہیں سب فاسق وفاجر ہوئے ہیں، مولویوں کو حکومت نہیں دی، لہٰذا ان

شرابیوں سے اچھے تو ہمارے ہندوستان کے ہندو لوگ ہیں، تو اس کا جواب سن لو بیت اللہ کے اندر ایک کانگریسی شخص نے شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کے مسلمان فاسق اور نافرمان وزیروں اور صدروں سے تو ہمارے ہندوستان کے کافر صدر اور وزیر اچھے ہیں تو حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں کعبہ میں قرآن پاک کی آیت سے اس کو جواب دیا کہ:

﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ﴾

(سورۃ البقرۃ،اٰیۃ:۲۲۱)

مومن بندہ چاہے کتنا ہی گناہ گار ہو مشرک اور کافر سے افضل اور بہتر ہے وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ اگر چہ تم کو وہ مشرک اور کافر اچھا لگتا ہو اور وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ فرماتے ہوئے اس معترض کے سینے پر انگلی رکھ دی، اس میں اشارہ تھا کہ تم کو کافر اچھا لگتا ہے تو تمہارا یہ عمل قرآن کے خلاف ہے اور فرمایا کہ تم کافروں کو مسلمانوں کے مقابلے میں لاتے ہو، مسلمان کتنا ہی شرابی، کبابی اور گنہگار اور بدکار ہو کوئی بھی گناہ نہ چھوڑے لیکن جب تک اس کے دل میں کلمہ ہے وہ کروڑوں کافروں سے افضل ہے، ساری دنیا کے کافروں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور دوسرے پلڑے میں ایک گنہگار مسلمان کلمہ پڑھنے والے کو رکھ دو تو مسلمان کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور یہ جنت میں جائے گا، چاہے گناہوں کی تھوڑی سی سزا پا جائے لیکن کافر کو دائمی سزا ہے، کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائے گا اور مسلمان کے لئے دائمی سزا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ آخر میں اس کو جنت میں داخل کر دیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں۔

اور مومن پر اللہ کی کیا رحمت ہے اس پر ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص نے حالتِ نیند میں کروٹ لی اور اس کے منہ سے اللہ نکل گیا، نہ نمازی تھا، نہ

روزہ دار بس اسی پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا کہ تم نے غفلت میں سوتے ہوئے کروٹ جو بدلی اور جو تمہارے منہ سے اللہ نکل گیا وہ میں نے قبول کرلیا۔ وہ مالک ہے، شہنشاہ ہے، جس کی جو ادا چاہے پسند کرلے، جو نکتہ چاہے پسند کر لے اور اس پر مغفرت کردے۔ جب بشیر اونٹ والے کی ایک ادا یعنی اس کے سلوٹ کو ایک دنیاوی بڑی مملکت کے بادشاہ نے پسند کرلیا اور اس کو انعام و اکرام سے نواز دیا تو اللہ تعالیٰ تو مالک الملک ہے، وہ اگر کسی کا کوئی نکتہ پسند کر لے اور اس پر نواز دے تو اس پر کیا اعتراض ہے۔

آیت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے امیدِ مغفرت ورحمت کی تعلیم

وہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے، یعنی اللہ قیامت کے دن کا مالک ہے، اس کی تفسیر میں ایک نکتہ بہت اہم ہے کہ اللہ قیامت کے دن کا مالک ہوگا، جج نہیں ہوگا، جج تو قانون کا پابند ہوتا ہے اور حکومت کا غلام ہوتا ہے، تنخواہ دار ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میری انصاف کی عدالت قائم ہوگی تو میں اس کا مالک ہوں گا، جس کو چاہوں گا قانون سے بالاتر ہوکر شاہی رحم سے معاف کردوں گا، بشرطیکہ اس کے دل میں کلمہ ہو، اگرچہ قانون سے وہ جہنم کا مستحق ہو لیکن جس کو چاہوں گا بغیر سزا دئے معاف کردوں گا، اللہ تعالیٰ کافر کو تو نہیں بخشے گا، کافر ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائے گا لیکن گنہگار مسلمان کے بارے میں اللہ نے اپنا حق محفوظ رکھا ہے کہ چاہے تو سزا دے کر جنت میں بھیج دے، چاہے تو بلا سزا معاف کرکے جنت عطا فرمادے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ قیامت کے دن میں بحیثیت قاضی ہوں گا بلکہ فرمایا: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی میں عدالت کا مالک ہوں گا۔ قاضی تو قانون کا پابند ہوتا ہے، مالک قانون سے بالاتر بھی فیصلہ کرسکتا ہے، بطور شاہی رحم کے مجرم کو بلا سزا بھی معاف کرسکتا ہے، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی یہ تفسیر ہے، دنیا کی

عدالتوں کے جج، سپریم کورٹ کے جج، یہ سب مالک نہیں ہیں، یہ عدالت کے ملازم ہیں، اور قانون کے پابند ہیں لیکن اللہ مالک ہے، اس نے اپنا شاہی رحم محفوظ رکھا ہوا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عرشِ اعظم کے سامنے لکھوایا ہوا ہے:

((سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ))

(صحیح البخاری، کتابُ التوحید، باب قول اللّٰہ بل ھو قراٰنٌ مجید، ج:۲، ص:۱۱۲۷)

میری رحمت اور غضب میں دوڑ ہوئی تو میری رحمت آگے بڑھ گئی۔ شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرشِ اعظم کے سامنے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ یہ بتانے کے لئے لکھوایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے لیے شاہی رحم کا حق محفوظ رکھا ہوا ہے، تاکہ اگر کوئی قانون سے نہ بخشا جائے تو اللہ اپنے شاہی رحم سے اسے معاف کردے، یہ از قبیلِ مراحمِ خسروانہ ہے، یہ اردو جملہ شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یعنی شاہی رحم کے طور پر اللہ نے یہ لکھوادیا کہ قیامت کے دن کے لئے میرا شاہی رحم محفوظ ہے، جیسے دنیوی مجرم آخر میں عدالت سے مایوس ہوکر شاہ سے اپیل کرتا ہے کہ ہم سپریم کورٹ سے بھی ہار گئے، اب ہم شاہ سے رحم کی اپیل کرتے ہیں کہ شاہی رحم سے ہمیں معاف کردیجئے تو بادشاہ قانون سے بالاتر ہوکر شاہی رحم سے اسے معاف کر دیتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے شاہی رحم کا حق محفوظ رکھا ہوا ہے۔

ایک انوکھی عارفانہ دعا

اور دیکھو! شاہی رحم کی وہ اپیل یہیں کرلو کہ اے خدا، اپنے اعمالِ بد اور اپنی نالائقیوں کی وجہ سے قانون کی رو سے ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ہم جہنم میں داخل نہ ہوجائیں، اس لیے ہم شاہی عدالت قائم ہونے سے پہلے دنیا ہی میں آپ سے شاہی رحم کی درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے اپنے شاہی رحم کو مقدر کردیجئے، کیونکہ ہمارے اعمال بہت خراب ہیں۔ کبھی کبھی یہ دعا مانگ

لیا کیجئے، یہ بہت اہم نکتہ ہے اور امت کو سکھانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے شاہی رحم کی درخواست دنیا ہی میں کر لیں۔ (ایک صاحب نے کہا کہ اس طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا تو فرمایا کہ) ذہن کیسے منتقل ہو؟ ذہن تو منتقل ہوتا ہے جب منتقل کرنے والوں کے ساتھ رہے، جن کے ذہن منتقل ہوتے ہیں کچھ دن ان کی صحبت میں رہے، پھر ذہن منتقل ہوتا ہے۔

تو میں یہ بتا رہا تھا کہ کبھی کسی کافر کی تعریف مت کرو کہ پاکستان کے مسلمانوں سے تو ہندوستان اور لندن کے کافر اچھے ہیں، ایسے شخص کا خاتمہ کفر پر ہونے کا اندیشہ ہے۔ سمجھ لو اس کو۔

ایک اشکال کا حل

اب میں ایک اشکال کا جواب دے کر تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں پاکستان میں سڑک پر ایک رسی بھی ڈال دو تو وہ بھی چوری ہو جاتی ہے اور لندن میں کیا ایمان داری ہے، واہ! واہ! ارے! وہاں فٹ پاتھ پر اخبار رکھے رہتے ہیں اور کوئی آدمی نگران نہیں ہوتا، جو اخبار اٹھاتا ہے اس کے پیسے وہیں رکھ دیتا ہے اور یہاں اگر کوئی اس طرح اخبار رکھ دے تو لوٹ مار مچ جائے گی، میں کہتا ہوں کہ سنئے! جو ہاتھی کا پاخانہ کھاتا ہے مرغی کی بیٹ سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا، وہ کفار چھوٹی چوری کو اپنی توہین سمجھتے ہیں، کیونکہ جو بڑے چور ہوتے ہیں وہ دو چار روپے چوری نہیں کرتے، وہ ڈاکہ مارتے ہیں اور کروڑوں پونڈ کا ڈاکہ مارتے ہیں۔ ایک مرتبہ امریکہ میں تھوڑی دیر کے لئے بجلی فیل ہوگئی تو لاکھوں زنا ہوگئے اور لاکھوں ڈاکے پڑ گئے۔ یہاں پاکستان سے ایک جوان جوہری، سونے کی دکان کرنے والا امریکہ گیا ہوا تھا، وہاں سونے کے زیورات لے کر جا رہا تھا کسی کو دکھانے کے لئے، راستے میں ڈاکوؤں نے گولی مار دی اور

زیورات لے گئے، میں خود مرحوم کے یہاں تعزیت کے لیے گیا۔

یورپ کی تہذیب بدتہذیب

ایک شخص نے امریکہ سے خط لکھا، وہ میرے شیخ کے خلیفہ بھی ہیں کہ میں حیدرآباد دکن انڈیا سے یہاں امریکہ آیا ہوا ہوں، یہاں میرے چھوٹے چھوٹے نواسہ نواسی ہیں تو میری نواسی، پانچ سال کی بچی نے کہا کہ نانا جان! ذرا ابا ہم کو مار کر تو دیکھیں، میں ابھی ۹۹ پر فون کر دوں گی، پولیس آئے گی اور ابا کو گرفتار کر کے لے جائے گی، پھر انہی کے خاندان میں سے ایک گیارہ سال کی لڑکی نے ۹۹ پر فون کر کے اپنے ابا کو گرفتار کرا دیا اور وہ خط میں لکھ رہے ہیں کہ اس کے ابا جان ابھی تک جیل میں ہیں۔ گیارہ سال کی بچی نے ابا کو جیل میں ڈلوایا ہوا ہے اور ابا کا جرم کیا ہے؟ یہی کہ یہ مجھ کو باہر لڑکوں کے ساتھ گپ شپ کرنے نہیں دیتا، کہتا ہے کہ تم کالج کے لڑکوں سے کیوں ملتی ہو؟ اے امریکہ جانے والو! ذرا اپنی جان پر اور اپنی اولاد پر رحم کرو۔

پاکستان اسلامی مملکت ہے

بس ایک اور بات کا جواب دیتا ہوں پھر تقریر ختم، بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ پاکستان بنے ہوئے اتنا زمانہ ہوگیا لیکن اسلامی قانون نافذ نہیں ہوا، معلوم نہیں کہ یہ اسلامی مملکت ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ کیا پاکستان کی ایک انچ بھی زمین کی حفاظت میں اگر جان چلی گئی تو اس پر شہادت ملے گی یا نہیں؟ مجھے ان دونوں باتوں کا جواب دینا ہے اور میں ایسا جواب دوں گا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ساری دنیا کے علماء کو ماننا پڑے گا۔ مولانا شبیر علی مرحوم، حکیم الامت کے سگے بھتیجے، خانقاہِ تھانہ بھون کے مہتمم نے مجھ سے فرمایا کہ بڑے ابا حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی

صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض نادان اہلِ علم سمجھتے ہیں کہ جس ملک میں مسلمان حکمران ہو، مسلمان فرماں روا ہو لیکن وہاں اسلامی قانون نافذ نہ ہو تو وہ اسلامی مملکت نہیں ہے اور نعوذ باللہ اس ملک کو کافروں کو دے دو، یعنی اگر کافر اس پر قبضہ کرلیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ اسلامی سلطنت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سن لو، اسلامی مملکت کی تعریف کیا ہے، کاش حضرت کی بیان فرمودہ اس شرعی تعریف کو اخبارات میں بھی شائع کیا جائے، کتابوں میں بھی شائع کیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ اسلامی سلطنت کی تعریف یہ ہے کہ جس ملک کا حکمران مسلمان ہو اور وہ اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہو، چاہے وہ کتنا ہی گنہگار ہو تو وہ ملک اسلامی قانون کے مطابق اسلامی ملک اور اسلامی مملکت ہے، چاہے وہ مسلمان فرماں روا، مسلمان امیر المؤمنین یا سلطان بڑی حکومتوں سے ڈر کر یا اپنے ملک کی بغاوتوں سے ڈر کر یا اپنی ایمانی کمزوری یا بشری کمزوری کی وجہ سے اسلامی قانون نافذ نہ کرتا ہو لیکن اس کو اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت ہے تو اسی قدرت کی بنا پر وہ مملکت اور سلطنت شریعت کی رو سے اسلامی سلطنت کہلائے گی۔ پاکستان میں آج تک جتنے حکمران آئے سب کو قدرت حاصل تھی کہ وہ اسلامی قانون نافذ کردیں، لہٰذا پاکستان اسلامی مملکت ہے۔ اس لئے اگر اس کی ایک انچ زمین کی حفاظت کے لیے بھی کوئی جان دے گا تو وہ شہید ہوگا۔

لہٰذا پاکستان کی حفاظت ہم پر فرض ہے، اس کے اندر رہتے ہوئے پاکستان کے نقصان سے جو خوش ہو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کا ایمان اور دین کس درجہ میں ہے اور اگر پاکستان کا کوئی ٹکڑا الگ ہوجائے اور کوئی اس پر خوشی منائے تو اس شخص کے دین میں بھی شک ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا ایسے نالائقوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

بھئی! یہ فکر ہونا کہ اسلامی قانون نافذ ہوجائے بہت مبارک ہے، ایسا ہوجائے تو سبحان اللہ، ہم تو سجدۂ شکر بجا لائیں گے لیکن ایک اسلامی ریاست ہونے کے باوجود پاکستان کی غیبت کرنا، اس کی اہانت کرنا، اس کے ٹوٹنے پر خوشی منانا اور پاکستان کے لیے یہ تمنا کرنا کہ اس کو نعوذ باللہ ہندو لے جائیں سخت جرم ہے۔ جب اسلامی سلطنت کی ایک انچ زمین کی حفاظت پر جان دینا، خون بہانا شہادت ہے تو یہ ظالم جو پاکستان کے ٹوٹنے پر خوش ہو خدا کے ہاں کتنا بڑا مجرم ہے۔ لہٰذا اگر ایسے خیالات آئیں تو توبہ کرو کہ اے اللہ! ہم ہندوؤں کی غلامی سے پناہ چاہتے ہیں۔

بنگلہ دیش بن جانے کے بعد جب میں ڈھاکہ گیا تو میں مسجد میں یہ روایت پیش کررہا ہوں کہ وہاں کے ایک عالم مولانا عبدالمجید صاحب محدث لال باغ نے کہا کہ ہم پوری زندگی میں اتنا نہیں روئے جتنا مشرقی پاکستان کے الگ ہونے پر روئے کہ آہ! مشرقی پاکستان الگ ہوگیا لیکن ہندو پھر بھی اپنے مقصد میں نامراد رہے، آخر وہاں کے حکمران مسلمان ہی تو ہیں، ہندو سمجھتے تھے کہ بس! اب سب بنگالی ہمارے غلام بن جائیں گے لیکن آج بھی بنگلہ دیش میں ایمانی طاقت ہے اور ہندوؤں سے ان کو بغض ونفرت ہے۔

واقعی پاکستان کے بارے میں لوگوں کے پاس بہت کم معلومات ہیں۔ جب میں نے بعض لوگوں کو اسلامی سلطنت کی تعریف بتائی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں میں پاکستان سے متعلق اتنے شک پیدا ہوگئے تھے کہ ہم سوچتے تھے کہ یہاں رہنے سے کیا فائدہ؟ پاکستان بننے سے کیا فائدہ ہوا؟ اور جب قانون ہی اسلامی نہیں ہے تو پھر بے کار ہم لوگ یہاں آئے۔ آج انہوں نے کہا کہ ہماری اصلاح ہوگئی کہ ہم بے کار نہیں آئے، اسلامی سلطنت میں ہماری حیات اور اسلامی سلطنت میں ہماری موت ہوگی ان شاء اللہ، ہم

یہاں کی موت کو کفرستان کے مقابلے میں کروڑ ہا درجہ عزیز رکھتے ہیں۔ کیا شاہ عبد الغنی صاحب نہیں دیکھتے تھے کہ یہاں سب فاسق فاجر حکمران ہیں، پھر بھی کیوں فرمایا کہ میں ہندوستان کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔ میں نے حضرت سے یہ جملہ خود سنا، میرے اور حضرت کے درمیان کوئی راوی نہیں ہے اور جب حضرت کراچی سے بمبئی گئے تو فرمایا: کہاں کراچی کی رونق اور نور اور کہاں یہ بمبئی، دیکھو! ہر طرف سیاہ سیاہ کالا کالا نظر آتا ہے، جیسے بڑ بھوجے کی دکان، جہاں چنا بھونا جاتا ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ پاکستان کی اس بے دینی سے تو اچھا ہے کہ ہندو یہاں آکر قبضہ کر لیں، یعنی ہم ہندوؤں کے غلام بن جائیں اور یہ بات کہنے والے صاحب دیندار اور عبادت گذار بنے ہوئے ہیں، اشراق واوّابین پڑھتے ہیں۔ کیا کہیں، بس! خدا نہ کرے ایسا دن کبھی آئے کہ ہم ہندوؤں کے غلام ہو جائیں۔ یہاں جیسے بھی ہیں، آزاد ہیں، ہماری ایک عزت ہے، ہم منبر پر وزیر اعظم کو کہہ تو سکتے ہیں کہ اسلامی قانون نافذ کرو، خط تو لکھ سکتے ہیں۔ آپ دیکھ لیجئے علماء علی الاعلان کہتے ہیں، روزانہ اخباروں میں بیان آرہا ہے کہ اسلام نافذ کرو۔ ذرا ہندوستان میں ایک دن بیان دے دیں کہ اسلامی قانون نافذ کرو، ہماری اکثریت ہے، ہم مسلمان اتنے زیادہ ہیں، ہمارے لیے الگ قانون بناؤ۔ کہہ کے دیکھ لیں، پھر دیکھنا کہ انڈیا کی گورنمنٹ مولویوں کو کیسے گرفتار کرتی ہے۔

تو جب میں نے اسلامی حکومت کی وضاحت کی تو سننے والوں نے کہا کہ آج ہمارا یہ شک دور ہو گیا، ورنہ ہم پاکستان کو اسلامی سلطنت نہیں سمجھتے تھے، ہم یہاں آنے پر پچھتا رہے تھے لیکن اب معلوم ہو گیا کہ پاکستان اسلامی سلطنت ہے، کیونکہ شریعت کی رو سے مسلمان حکمرانوں کو اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت ہونی چاہیے اور قدرت موجود ہے لیکن اپنی

نالائقی، ایمانی کمزوری، بشری کمزوری اور بڑی حکومتوں کے ڈر سے اسلامی قانون نفاذ نہیں کرتے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اختر کو ان باتوں کا علم ہے ورنہ اگر آج اختر کو بزرگوں کی صحبت نہ ملی ہوتی تو یہ باتیں ہم کہاں سے پاتے۔ اسلامی سلطنت کی تعریف میں میرے اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف ایک راوی ہے وہ بھی عالم تقویٰ والا، یعنی مولانا شبیر علی صاحب، انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ حکیم الامت نے یہ تعریف کی تھی اسلامی سلطنت کی، ورنہ کہیں تحریر میں ہماری نظر سے نہیں گذری۔ اب چھپ جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس سے بڑی تسلی ہوجاتی ہے، ورنہ آدمی سوچتا ہے کہ کیا کہیں صاحب! برا کیا جو یہاں آئے۔

قیامِ پاکستان کے مخالفین کا اپنی رائے سے رجوع

اب سنئے! جنہوں نے پاکستان بننے میں اختلاف رائے کیا اور کانگریس میں ہندوؤں کے ساتھ تھے، آزادی کے بعد ہندوؤں نے انہی مسلمانوں کو پکڑنا شروع کردیا، علماء کو گرفتار کیا گیا اور ان پر مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں تب ان اکابر کو بھی احساس ہوا کہ ہندو پر اعتماد کرکے ہم سے سخت غلطی ہوئی، اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا تو کبھی کانگریس کا ساتھ نہ دیتے۔

شیخ الحدیث مفتی وجیہ صاحب جوٹنڈ والہ یار میں موجود ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں اس جلسہ میں موجود تھا جس میں حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آہ! ایک دشمن یعنی انگریز کو تو ہم نے ہندوستان سے نکال دیا لیکن بعد میں ہندو اس سے بھی بڑا دشمن نظر آیا، جن ہندوؤں کے ساتھ ہم نے اتنی وفاداریاں کیں، وہ سب سے بڑا بے وفا اور غدار نکلا اور یہ ایسا کفن چور ہے کہ پہلے والے کفن چور سے زیادہ خطرناک ہے۔ پھر حضرت مدنیؒ نے مثال کے طور

پر دو کفن چوروں کا قصہ بیان فرمایا کہ ایک کفن چور تھا، وہ قبر سے مُردوں کا کفن چراتا تھا، اس سے لوگ تنگ آ گئے۔ خدا سے دعا کی کہ اے خدا! اس کو موت دے دے، یہ کفن چراتا ہے اور مُردوں کو ذلیل کرتا ہے، وہ مر گیا، اور سب لوگ خوش ہو گئے کہ جان چھوٹی لیکن جو دوسرا کفن چور اس کا خلیفہ آیا تو وہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے نکلا کہ کفن چرا کر ایک کھونٹا مُردے کے پاخانے کی جگہ ٹھونک دیتا تھا تو سب لوگوں نے کہا: رَحِمَ اللّٰہُ النَّبَّاشَ الْاَوَّلَ اللہ تعالیٰ پہلے کفن چور پر رحمت نازل فرمائے، پہلا کفن چور بہتر تھا، کم از کم کھونٹا تو نہیں ٹھونکتا تھا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عزت کو ہم اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان سے بغلگیر ہوئے اور معانقہ کیا اور ایک خاص فتنہ اعظم گڑھ میں پیدا ہو رہا تھا اس کے خلاف کام کرنے کے لئے ان کو بلایا۔ لیکن شاگردوں کی کم ظرفی اور بے عقلی ہے کہ یہ لوگ بڑوں میں تفرقہ بازی کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو لڑاتے ہیں۔ کیا کہیں! افسوس ہوتا ہے، سب ایک سلسلہ کے ہیں، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کس کے خلیفہ تھے؟ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کس کے خلیفہ تھے؟ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، سارا سلسلہ ایک ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت مدنیؒ کی قیامِ پاکستان کی تائید

اس کے بعد ایک بات اور بتاتا ہوں جو کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعظم گڑھ کے ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر فرمایا کہ مسجد بننے میں اختلاف ہو سکتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہاں بناؤ، کوئی کہتا ہے وہاں بناؤ لیکن مسجد بن جانے کے بعد اس کی حفاظت سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتی ہے۔

اسی طرح پاکستان بننے میں تو اختلاف تھا لیکن پاکستان بن جانے کے بعد اب ہم اس کی حفاظت کو فرض عین سمجھتے ہیں۔ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ اب مسجد بن گئی ہے، اب اسے گرانا جائز نہیں ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد اس کے ایک ایک انچ کی حفاظت فرض ہے۔ دیکھئے! یہ ہے اہلِ حق کی شان۔ اس بات کے راوی علامہ شبلی نعمانی کے سگے بھتیجے انور نعمانی ہیں۔ آج حسینی اور اشرفی کا نعرہ لگا کر آپس میں لڑائی کرانے والے ان باتوں کو نہیں دیکھتے۔

جب پاکستان ٹوٹا، یعنی مشرقی پاکستان الگ ہو گیا تو بعض نادانوں نے خوشیاں منائیں۔ آہ! یہ لوگ اپنے اکابر کے طریقے پر نہیں ہیں۔ اسلامی سلطنت جس کی ایک انچ زمین کی حفاظت پر جان دینا شہادت ہو، اس کے ٹوٹنے پر خوشیاں منانا کون سا دین ہے؟ کیا کہیں! بس ایسے مولویوں کو خدا ہدایت دے۔

جونپور میں ایک ملّا تھا۔ جب گاندھی کو مارا گیا تو اس ظالم نے جمعہ کے دن جونپور کی شاہی مسجد میں اعلان کیا کہ گاندھی شہید ہوا ہے۔ بتایئے، کیا کافر بھی شہید ہو سکتا ہے؟ کیا کافر کو شہادت کا درجہ مل سکتا ہے؟ اس ظالم کو میں نے بھی دیکھا تھا، ایک جگہ وہ موجود تھا تو میرے شیخ نے اشارہ کر کے دکھایا کہ یہ وہی ظالم ہے جس نے جونپور کی شاہی مسجد میں گاندھی کی شہادت کا اعلان کیا تھا۔

ایک بات اور سناتا ہوں۔ ایک بہت بڑے عالم جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مُجازِ صحبت تھے، ذکر و اشغال کے پابند، تین بجے رات کو اٹھ کر چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کرتے تھے، مولانا کا میرے شیخ حضرت پھولپوریؒ سے اصلاحی تعلق بھی تھا، ایک بار انہوں میرے شیخ کے سامنے شبلی منزل، اعظم گڈھ میں کہا کہ حضرت، پنڈت جی نے یہ فرمایا ہے، پنڈت نہرو مراد تھا، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کون سا

پنڈت جی؟ کہا: پنڈت نہرو، تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے فرمایا کہ کیا آپ کسی بزرگ کا ملفوظ سنا رہے ہیں؟ ''فرمایا'' کا لفظ تو تعظیم کے لیے بولا جاتا ہے، یہ تو اللہ والوں کے کلام میں لگایا جاتا ہے، کافر کے کلام میں تم ''فرمایا'' لگاتے ہو، حضرت ان پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جاؤ مولانا، دوبارہ کلمہ پڑھو اور دو نفل پڑھ کر گڑگڑا کر توبہ کرو۔

کافر کو تعظیماً سلام کرنا کفر ہے

فتاویٰ شامی میں ہے:

لَوْسَلَّمَ عَلَی الْکَافِرِ تَبْجِیْلًا یَکْفُر

اگر کوئی کسی کافر کو اکرام کے ساتھ سلام کرے تو وہ آدمی کافر ہو جائے گا، میرے شیخ کے پاس ایک ہندو ڈاکیا خط لے کر آتا تھا اور کہتا تھا: آداب عرض ہے مولوی صاحب! تو حضرت فرماتے تھے کہ آ...... داب اور میرے کان میں کہتے تھے کہ میں پیر کی طرف اشارہ کر رہا ہوں کہ آ اور میرا پیر دبا، یہاں آداب کے معنی یہ ہیں، تاکہ ہندو کا اکرام لازم نہ آئے۔

ایک بزرگ کی دینی غیرت کا واقعہ

ایک اللہ والے تھے۔ انگریز کے زمانے میں ان کو انگریز جج نے بیان دینے کے لئے عدالت میں بلایا تو انہوں نے عدالت میں جج کی طرف پیٹھ کی اور دوسری طرف منہ کیا۔ جج حیران ہوا کہ اس نے میری طرف پیٹھ کیوں کی؟ اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اے کافر، تجھے دیکھنے کو ہمارا جی نہیں چاہتا کہ ہم کافر کا منہ دیکھیں۔ ایسے بھی اللہ والے موجود ہیں کہ کافر جج کی طرف منہ نہیں کیا بلکہ پیٹھ کر کے کھڑے ہوئے اور بیان دے کر چلے گئے، اس نے بہت کہا کہ ہماری طرف منہ کرو تو یہی کہتے رہے کہ نہیں، ہم کافر کو دیکھ نہیں سکتے۔

پاکستان کے آسمان وزمین میں حضرت پھولپوری کوکلمہ کے نور کا مشاہدہ

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی دفعہ ہندوستان سے پاکستان میں داخل ہوئے تو لاہور کے باڈر پر لوگوں نے بتایا کہ وہ انڈیا کا جھنڈا ہے اور یہ پاکستان کا جھنڈا ہے، اب یہاں سے پاکستان کی زمین شروع ہورہی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ یہاں کے زمین وآسمان مجھے کچھ اور ہی معلوم ہورہے ہیں اور فرمایا کہ پاکستان کے زمین وآسمان میں مجھے کلمہ کا نور معلوم ہورہا ہے، اس کے بعد چند مسلمان پاکستانی سپاہیوں نے بڑی بڑی ڈاڑھی والوں کو دیکھ کر جو حضرت کے ساتھ تھے حضرت سے کہا السلام علیکم، تو اسلامی شعار دیکھ کر حضرت خوش ہوگئے اور کچھ عرصہ بعد جب بمبئی واپس گئے تو فرمایا کہ ساری بمبئی مجھ کو بڑ بھوجے یعنی چنے کی دکان معلوم ہوتی ہے، جہاں چنا بھونا جاتا ہے وہاں جگہ جگہ کالک لگی رہتی ہے۔

بعض لوگوں نے حضرت سے کہا کہ ہندوستان میں رہیے، تاکہ آپ کی قبر وہیں بنے، حضرت کے لڑکوں نے بھی کہا کہ ابا، چلیے ہندوستان، اخیر عمر میں وہیں رہیے، وہاں آپ کا سارا خاندان ہے تو حضرت نے فرمایا کہ میں ہندوستان کی طرف پیشاب کرنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ آہ! حضرت کی یہ شان تھی کہ یہاں کی موت کو حضرت نے عزیز سمجھا۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں ہے میرے شیخ کی قبر۔

میرے شیخ یہاں پاکستان آکر باغ باغ ہوگئے، خوب خوش رہتے تھے لیکن کبھی کبھی بے پردگی اور شریعت کے خلاف کام دیکھ کر افسوس بھی ظاہر کرتے تھے کہ ہائے! یہ پاکستان کیسا ''ناپاکستان'' نظر آرہا ہے، یہ پاکستان

''ناپاکستان'' کیوں ہورہا ہے مگر پاکستان کی جنگ کے لیے کیا جذبہ تھا کہ یہاں لاکھ غیر شرعی باتیں ہوں لیکن ہم آپس میں اپنے بھائیوں سے شکایت تو کر لیتے ہیں اوران حکمرانوں کو برا بھلا بھی کہہ دیتے ہیں لیکن کافروں کے مقابلے میں، ہندوستان کے مقابلے میں ہم سینہ سپر ہوں گے۔

آخری عمر میں میرے شیخ پاؤں سے معذور ہو گئے تھے، کھڑے نہیں ہوسکتے تھے، اس کے باوجود یہ جذبہ تھا کہ ایک فوجی افسر میجر طور سے جو باشرع آدمی تھے، ان کی ایک مشت ڈاڑھی تھی، نمازی تھے، فرمایا کہ میجر طور جب جہاد شروع ہو، ہندوستان پاکستان کی جنگ شروع ہو تو اگرچہ میں کھڑا نہیں ہوسکتا، میرے گھٹنے بے کار ہو گئے ہیں لیکن مجھے چار پائی پر لاد کر لاہور کے باڈر پر میری چار پائی بچھا دینا اور جب توپ چلے تو توپ کا ہینڈل میرے ہاتھ میں دے دینا۔ حضرت کے ذہن میں پرانے زمانے کی توپوں کا تصور تھا اس لئے فرمایا کہ ہم توپ چلاتے رہیں گے اور گولا کافروں پر پھینکتے رہیں گے اور کوئی گولا اُدھر سے آئے گا اور میں شہید ہو جاؤں گا اور یہ کہہ کر حضرت رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے شہادت کے لیے دس سال لاٹھی اور تلوار سیکھی ہے، جیسے دس سال میں لوگ عالم ہوتے ہیں ایسے ہی ہم نے دس سال جہاد کے لیے اور شہید ہونے کے لئے تلوار سیکھی ہے، حضرت کا جذبۂ جہاد دیکھو۔

میرے شیخ نے فرمایا کہ نواب واجد علی کے زمانے میں جب جہاد ہوا تھا تو ایک عالم جو میرے وطن کے تھے اس میں شریک تھے اور ایک بڑے میاں بھی میرے وطن سے گئے تھے اور بہت اللہ والے تھے ان بڑے میاں نے بتایا کہ وہ مولانا کفن کندھے پر رکھ کر ہندوؤں کے مقابلہ میں تلوار چلا رہے تھے اور ساتھ ساتھ ایک مصرع پڑھتے تھے ؎

سرِ میداں کفن بردوش دارم

اے خدا! میں میدانِ جہاد میں آپ کی راہ میں جان دینے کے لیے کفن لے کے آیا ہوں اور مشتاقانہ آیا ہوں تو آسمان سے آواز آتی تھی ۔

بیا مظلوم اکنوں در کنارم

اے مظلوم، جلدی سے میری آغوشِ رحمت میں آجا، یعنی میں تجھ کو جلد شہادت دینا چاہتا ہوں اور پھر وہ شہید ہو گئے تو وہ بڑے میاں جو اس جہاد میں شریک تھے انہوں نے آسمان سے آنے والی اس آواز کو سنا اور انہوں نے میرے شیخ کو سنایا اور حضرت نے مجھ کو سنایا۔ یعنی آسمان سے آواز سننے والے میں اور مجھ میں صرف ایک راوی ہے اور وہ ہیں میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی شہادت کا واقعہ

اب ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بالاکوٹ میں فجر کی نماز پڑھی، اشراق تک اللہ سے مشغول رہے، پھر اشراق کی نماز پڑھی اور انہیں نہیں معلوم کہ آج ان کی شہادت ہونے والی ہے۔ مجاہدانہ لباس پہنا، تلوار ننگی کی کہ اتنے میں لاہور سے ایک سی آئی ڈی مسلمان آیا اور کہا کہ لاہور کا ایک مسلمان بہت بڑا افسر ہے جو سکھوں کے ہاں نوکر ہے، آپ کی محبت میں اس نے خفیہ خط دیا ہے، اس خط میں کیا لکھا ہے آپ پڑھ لیجئے۔ اس میں لکھا تھا کہ آپ بھاگ جائیے اور سکھوں کی بہت بڑی فوج آرہی ہے، امیدِ فتح نظر نہیں آتی، آپ کی زندگی مجھے عزیز ہے اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ فرار اختیار کر لیجئے، چھپ جائیے، روپوش ہو جائیے۔ سید احمد شہید نے یہ خط پڑھ کر جو جواب دیا وہ سننے کے قابل ہے۔ فرمایا کہ جب مجاہد تلوار کو گردن میں لٹکا لیتا ہے، پھر وہ اللہ کے راستے سے پیٹھ پھیر نہیں سکتا، یہ مومن کی شان کے خلاف ہے، ہمیں ایسی زندگی نہیں چاہیے، ہمیں روپوشی نہیں چاہیے، ہم تو جان

دینے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا فرمایا کہ اس خط کو لے جاؤ اور اس افسر سے میرا اسلام کہو اور یہ کہہ دو کہ سید احمد کو آج دو کام کرنے ہیں، یا تو میں جہاد میں فتح حاصل کر کے غازی بنوں گا اور لاہور پر میرا جھنڈا لہرائے گا یا پھر میں آج شہادت کا جام نوش کر کے اللہ سے ملوں گا، أُولٰئِكَ اٰبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ یہ ہیں ہمارے اکابر، ان جیسا کوئی لاکر تو دکھاؤ۔

اور اسی جہاد کی تیاری کے لئے مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد فتح پوری میں جون کے مہینے میں بارہ بجے دن میں سخت دھوپ میں پیدل جنوب سے شمال اور شمال سے جنوب ننگے پاؤں چلتے تھے، لوگوں نے کہا کہ یہ دھوپ میں اپنے پیر کیوں جلا رہے ہو، فرمایا کہ میں بالاکوٹ کے پہاڑوں پر جہاد کی تیاری کر رہا ہوں۔ اگر نازک بنوں گا تو جہاد کیسے کروں گا؟ دو بدعتی قتل کرنے آئے تو دیکھا کہ مولانا بارہ بجے کی دھوپ میں مسجد کے صحن میں ننگے پاؤں چل رہے ہیں۔ پوچھا: مولانا یہ کیا کر رہے ہو؟ کہا کہ سکھوں سے بالاکوٹ میں جہاد کرنا ہے، اپنے مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانی ہے۔ دونوں نے کہا کہ بھلا ایسے شخص کو ہم قتل کریں گے جو اللہ کے راستے میں اس طرح جان دینا چاہتا ہے۔ دونوں نے اپنی حماقت پر اپنا سر پیٹ لیا اور کہا توبہ توبہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہمیں لوگوں نے غلط بتایا۔

مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ سخت بارش میں دہلی کا دریائے جمنا بھرا ہوا، سینہ تانے ہوئے بہہ رہا ہے، حضرت مولانا اسماعیل شہید بارش کے زمانے میں دریائے جمنا کے سیلاب میں کودتے تھے تو تیرتے ہوئے آگرہ تک چلے جاتے تھے۔ کس لیے؟ مشق کرتے تھے کہ اگر جہاد میں کوئی دریا، دریائے جہلم، دریائے راوی وغیرہ پڑ جائے اور اس میں کودنا پڑے تو ہم تیر سکیں۔ دہلی اور آگرہ میں کتنا زیادہ فاصلہ ہے، اتنی دور جا کر نکلتے تھے۔ یہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کی روایت ہے۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی

راوی نہیں ہے اُولٰٓئِكَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ کیا جذبہ جہاد تھا کہ دہلی سے آگرہ تک تیرنے کی مشق کرتے تھے۔

اللہ کے راستہ کی مشقت کی لذت

مولانا اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہم کے ہاتھ پر دو عورتوں نے توبہ کی، جو بہت مالدار تھیں اور پہلے برا پیشہ کرتی تھیں۔ جب ان حضرات نے جہاد کے لیے اعلان کیا تو ان عورتوں نے رونا شروع کردیا کہ ہم ایک گندی زندگی سے اولیاء اللہ والی زندگی میں آگئے، اب ہم کو چھوڑ کر آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟ ہم فاسقانہ حیات سے، نافرمانی کی زندگی سے توبہ کر کے اللہ کے دوستوں کی حیات میں آگئے اور آپ ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں تو سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسمٰعیل نے پوچھا کہ تم دونوں جہاد میں کیا کروگی؟ انہوں نے کہا کہ ہم بھی چلیں گی اور ہمارے شوہر بھی چلیں گے، وہ تو جہاد میں لڑیں گے اور ہم رات بھر مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا دلیں گی، ہم اپنی نیند چھوڑ دیں گی۔ لہٰذا دونوں اپنے شوہروں کے ساتھ گئیں، بالاکوٹ کے دامن میں ان کے شوہر جہاد کرتے تھے اور یہ دونوں اللہ والی عورتیں چکی چلاتی تھیں اور چنا دلتی تھیں، یہاں تک کہ چکی چلاتے چلاتے، مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، رئیس تھیں، ناز و نعمت میں پلی ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت میں اللہ کے راستے میں مشقتیں برداشت کررہی تھیں۔

ایک دل جلے نے کہا کہ اے میری بہنو، اے میری ماؤ، یہ بتاؤ کہ جب تم دہلی میں تھیں، پھولوں پر سوتی تھیں تو تم کو وہ زندگی زیادہ عزیز تھی یا اب جو ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ تو ان دونوں عورتوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم سید احمد شہیدؒ کے صدقے میں اور مولانا شاہ اسماعیلؒ کے صدقے میں اور ان کی

برکت سے ہم جو یہ مجاہدہ کر رہی ہیں اور ہم پھولوں پہ سونے والیاں کنکریوں پہ سو رہی ہیں اور ہمارے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور جو آج ہم بے وطن کھلے آسمان کے نیچے ہیں، اس مشقت اور مجاہدے کی برکت سے اللہ نے ہمارے دل میں وہ ایمان ویقین اتارا ہے کہ ہمیں دل کی آنکھوں سے خدا نظر آرہا ہے، آسمان کے پردے اٹھ چکے ہیں اور ہمارا ایمان اللہ نے اس مقام پر پہنچایا ہے کہ اگر اسے بالاکوٹ کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ بالاکوٹ کے پہاڑ ہمارے ایمان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ واقعہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے سنایا اور فرمایا مجاہدے کا یہ انعام ہوتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے راستہ میں مشقت جھیلتے ہیں اور غم اٹھاتے ہیں ان کا ایمان ایسا خوشبودار ہوتا ہے کہ ایک عالم کو خوشبودار کرتا ہے۔ ''اُس کے جرے تو کس نہ بسائے'' یہ پورب کی زبان ہے، یعنی جو اپنے کو اللہ کی محبت میں جلاتا ہے اللہ اس کی خوشبو کو اڑاتا ہے، اگر کوئی اللہ والا ساری مخلوق سے چھپ کر سجدوں میں رو رہا ہو تو وہ کتنا ہی اپنے کو چھپائے اللہ تعالیٰ اس کے دردِ محبت کی خوشبو کو عالم میں نشر فرما دے گا۔

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

کس کا جمال؟ اللہ کا۔

پاکستان کا صحیح شکر کیا ہے؟

تو یہ چند باتیں اس لئے عرض کر دیں کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ پاکستان اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے اور اس عظیم نعمت پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیئے اور صحیح شکر یہ کیا ہے؟ بتا دیتا ہوں۔ قرآن پاک میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۱۲۳﴾﴾

(سورۃ آلِ عمران)

غزوۂ بدر میں ہم نے تم کو فتح دے دی وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ اور تم کمزور تھے فَاتَّقُوا اللّٰهَ تو اے صحابہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو! تقویٰ کی زندگی گذارو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم شکرگذار بندے بن جاؤ۔ پاکستان کا اصلی شکریہ، پاکستان کی طرف اصلی ہجرت اور جشن آزادی کی خوشی کے اظہار کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم لوگ تقویٰ اختیار کریں اور گناہ چھوڑ دیں۔ مہاجر کے کیا معنیٰ ہیں:

((اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان)

اصلی مہاجر وہ ہے جو خطائیں چھوڑ دے اور گناہ چھوڑ دے، یہ تھوڑی کہ ہندوستان سے ہجرت کر کے آگئے اور ٹیلی ویژن اور وی سی آر میں مست ہیں، کیونکہ پیسہ آگیا تو اب کیا پوچھنا، غیر شرعی تقریبات ہو رہی ہیں اور لڑکیاں بے پردہ پھر رہی ہیں۔ ہجرت کے اصل معنیٰ ہیں گناہ چھوڑنا۔ وطن چھوڑنا بھی ہجرت ہے لیکن اس سے زیادہ اہم ہے کہ گناہ چھوڑ دے اور یہی پاکستان کی نعمت کا صحیح شکر ہے، کیونکہ وطن چھوڑنا تو آسان ہے لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔

اب دعا کرو یا اللہ، پاکستان کا صحیح شکر ہم کو عطا کر دے، اللہ تعالیٰ ہجرت کی حقیقت ہم سب کو نصیب کر دے، ہم سب کو گناہ چھوڑنے کی توفیق دے دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ والی زندگی عطا کر دے، متقین کی زندگی دے دے، اللہ والی حیات دے دے، کسی ایک گناہ کے بھی ہم قریب نہ جائیں اور اگر گناہ ہو جائے تو رو رو کے اللہ کو منا لیں، کیونکہ اے خدا، اگر آپ ہم سے ناراض ہو جائیں تو ناراض ہونا آپ کا حق ہے لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آپ کو منانا ہم پر فرض ہے کہ ہم آپ کو راضی کر لیں۔ لہٰذا اگر خطا

ہو جائے تو اے خدا! دو رکعات نمازِ توبہ پڑھ کر ہم سب کو سجدہ گاہ کو اشکِ ندامت سے تر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ استقامت نصیب فرما۔ ہم سب کی اصلاح فرما دے۔ اگر آپ ہم پر رحم نہ فرمائیں گے تو آپ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جو ہم پر رحم کر سکے۔ رحمت آپ کی ہے، نصرت آپ کی ہے۔ اے اللہ، جتنے لوگ بھی یہاں بیٹھے ہیں ہم سب کو صاحبِ نسبت، اللہ والی حیات نصیب فرما دے۔ جو موجود نہیں ہیں ان پر بھی فضل فرما دے اَللّٰھُمَّ کُلَّ خَیْرٍ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ ہر مسلمان مرد کو اور ہر مسلمان عورت کو دونوں جہان کی خیر و فلاح عطا فرما۔

اے اللہ، ہمارے ادارے کو قبول فرما اور ہر قسم کے شر اور فتنہ سے محفوظ فرما اور ہمارے مدرسہ کو ایک مثالی مدرسہ بنا دے کہ جہاں قرآن پاک اتنا عمدہ پڑھایا جائے کہ بڑے سے بڑا قاری آئے تو اس کا دل خوش ہو جائے۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے میری مدد فرما۔ اساتذہ کرام کو بھی توفیق عطا فرما، طلبۂ کرام کو بھی توفیق عطا فرما اور مولانا مظہر میاں کو بھی اس کا اہتمام نصیب فرما کہ یہ ہر ہفتہ بچوں کا اجتماع کریں اور ان سے قرآن شریف پڑھوائیں تب پتا چلے گا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ ہر جمعرات کو ایک گھنٹے کے لیے اجتماع کیجئے اور اس میں بچوں سے قرآن شریف پڑھوایا جائے تاکہ معلوم ہو کہ مدرسہ میں کیا ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اپنی رحمت سے۔ اللہ تعالیٰ تمام طلباء کرام اساتذۂ کرام مہتمم معاونین ان کی اولاد جو اس مسجد میں آتے ہیں اور ادارہ کے باورچی، پوچھا لگانے والا اور چوکیدار سب کو ولی اللہ بنا دے، صاحبِ نسبت بنا دے۔ یا اللہ! جو بھی خانقاہ میں آئے وہ محروم نہ جائے۔ اے خدا! ہم سب کی اور ساری دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح فرما دے۔

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

☆......☆☆......☆